افغانستان میں معلمین الہند کی خدمات

ڈاکٹر نورالامین*
ڈاکٹر محمد شفیع آفریدی**

Abstract

This paper is an effort to highlight the educational services of the British Indian Muslim teachers to Afghanistan (1880s-1920s). It traces the influence of the British Indian Muslims during the rule of Amir Abdur Rehman until Amir Amanullah Khan. It also underlines the contributions of these teachers in leading the first Constitutional Movement which, later on, resulted in the first constitution of the Afghanistan in 1923. These Muslim teachers were hired by Amir Habibullah Khan in 1903. The paper, reflects the historical epoch in Afghan history, with selfless Indian Muslims services to Afghan nation, in the field of modern education. Such as, Maulana Najaf Ali, Chiragh ud Din, Dr. Abdul Ghani, Muzafar Khan Marwat and Muhammad Hussain. Some of these Indian Muslim teachers taught with missionary zeal on meager remuneration for years to build a modern Afghanistan, a service considered both, for Islam and brethren. The conclusion drawn in this paper is based on findings that the British Indian Muslim teachers played a significant role in the development of constitutionalism and promotion of modern education in Afghanistan. The methodology of the paper is historical, descriptive and analytical.

---

* اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ مطالعہ پاکستان، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور۔
** پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف ہائیر ایجوکیشن، گورنمنٹ آف خیبر پختونخوا۔

افغانستان میں امیر عبدالرحمان کے طرز حکمرانی کے وہ قوانین، جن کی بدولت ملک کے اندر اور باہر زبردست ترقیاتی اور اصلاحی کام ہوئے۔ امیرعبدالرحمان کے متعدد اقدامات کی وجہ سے ملک کا ترقیاتی سفر جاری رہا۔ ریاست پر مختلف قبیلوں کا اثر کمزور پڑگیا اور بااختیار فوج کو اپنا تسلط برقرار رکھنے کا موقع ملا۔ امیر عبدالرحمان(پیدائش۱۸۴۰ وفات۱۹۰۱) نے ملک سے باہر افغان سرحدات کی حدبندی کا تعین بھی کیا انھوں نے ۱۸۹۳ میں ''ڈیورنڈلائن معاہدے'' پر دستخط کئے جس کے مطابق افغانستان کی مشرقی سرحدات کا ''برطانوی ہند'' سے بھی سرحدات کا تعین ہوا۔

امیر عبدالرحمان کے متوازن اور پائیدار دور حکومت میں متعدد ہندوستانی نہ صرف افغانستان مدعو کئے گئے بلکہ انہیں امیر کی عدالت میں کھپایا بھی گیا۔ ایسی نمایا ںشخصیات میں سلطان محمدخان(پیدائش۱۸۶۲وفات ۱۹۳۱) مشہور ترقی پسند شاعر فیض احمد فیض کے والد بزرگوار اور اسلامیہ کالج لاہورا کے پہلے پرنسپل نبی بخش کے چچا زادبھائی تھے۔[۲] سلطان محمد خان نے عربی، فارسی اور انگریزی میں مہارت حاصل کی۔ برصغیر میں آئے ہوئے افغانستان کے ایک سرکاری وفد کی دعوت پر افغانستان چلے گئے۔ والی افغانستان امیر عبدالرحمان نے انھیں افغان شہزادوں کا تالیق مقرر کیا۔ بہت جلد میر منشی (چیف سیکریٹری) کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بعد ازاں افغانستان کے سفیر مقرر ہو کر انگلستان تعینات ہوئے۔ تین برس اس عہدے پر فائز رہے اور اس دوران میں بیرسٹری کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔[۳]

معلمین ہند ڈاکٹرعبدالغنی اور نجف علی نے جدید علوم میں بھی مہارت حاصل کرلی جنھوں نے امیر عبدالرحمان کی حکومت میں معاملات حکومت میں معاونت کی ڈاکٹر عبدالغنی نے انگلینڈ سے اپنی تعلیم حاصل کی۔ ڈاکٹر عبدالغنی کا تعلق جلال پور جٹاں، ضلع گجرات سے تھا۔ جہاں وہ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مشن ہائی سکول، گجرات سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعدگورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔جہاں سے ۱۸۸۳ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ڈاکٹرعبدالغنی حکومت ہند کے وظیفے پر انگلستان گئے جہاں سے انہوں نے بیچلر آف میڈیسن کی ڈگری اور رائل کالج آف سرجنز کی رکنیت حاصل کی۔[۴]

امیر کے دور حکومت میں سیاسی حریفوں کے مابین جلا وطنی اور خوف و دہشت کے امکانات زیادہ ہوگئے۔ سیاسی خاندانوں چرخی،طرزی اور مصاحسین یحیٰ خیل کو مجبوراً افغانستان چھوڑنا پڑا۔ انہیں ہندوستان اور اتمان کی حکومتوں میں پناہ لینا پڑی۔ ایک اندازے کے مطابق۱۸۸۰ء میں قندہار سے ایک ہزار خاندانوں نے سردار محمد ایوب (جو امیر عبدالرحمان کا حریف تھا) سمیت افغان ایران سرحد کو عبور کرتے ہوئے ایران میں پناہ گزین ہوئے۔۵ اور بعد میں افغان سیاسی مہاجرین کی ایک بڑی تعداد نے ہندوستان میں بھی پناہ لی۔

امیر عبدالرحمان کی وفات (۱۹۰۱ء) سے ان کے فن انتظام، اور حکمت عملی پر ضرب پڑی۔ نئے حکمران امیر حبیب اللہ (مرحوم امیر عبدالرحمان کے صاحبزادے) معیادِ حکمرانی(۱۹۰۱ء تا ۱۹۱۹ء) اپنے والد کی پالیسیوں کے خلاف رہے۔ انھوں نے ۱۹۰۱ء میں اُن تمام جلاوطنوں کیلئے عام معافی کا اعلان کیا جنہیں اُن کے والد کے دورِحکومت میں افغانستان کو چھوڑنا پڑا تھا۔۶ نتیجے میں افغانیوں کی ایک بڑی تعداد کو دیگر ممالک سے بالعموم اور ہندوستان سے بالخصوص جلاوطنی کے بعد آنا پڑا۔ان کا تعلق مختلف نسلوں اور قبیلوں جیسے بارکزئی،سدوزئی اور جبارخیل وغیرہ سے رہا۔انہیں نہ صرف گرم جوشی سے خوش آمدید کیا گیا بلکہ حکومت میں بھی شامل کرالیا گیا۔۷ حکومت میں جن اہم شخصیات کو نمائندگی دی گئی ان میں غلام محی الدین افغان(۰۹-۱۹۰۶ء) محمد ایوب پوپلزئی(۰۹-۱۹۰۶) سردار عبدالرحمان (۱۲-۱۹۰۹ء) عبدالجلال قندہاری (۲۱-۱۹۱۹ء) محمدابراہیم (چنداوالی) (۲۱-۱۹۱۹)اور محمد عثمان خان پروانے(۲۴-۱۹۲۲ء) شامل رہے۔ان میں زیادہ تر ہندوستان کے تعلیمی اداروں سے انگریزی سمیت جدید علوم میں مہارت یافتہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ غلام محی الدین کو دری، فارسی، پشتو، اردو، انگریزی اور سنسکرت زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

امیر حبیب اللہ کی اصلاحات میں دوسری بڑی کوشش کے طور پر جدید علوم کے تعلیمی اداروں کا قیام تھا۔ ایسے اداروں میں لیسئہ حبیبیہ (۱۹۰۳ء) کے ساتھ ساتھ فرانسیسی تعلیمی ادارہ، ملٹری اکیڈیمی اور اساتذہ کی تربیت کے ادارے بھی شامل ہیں۔۸ سکولوں کے اساتذہ میں افغان، ترک اور ہندوستانی شامل رہے۔تاہم ان میں اکثریت مسلمانوں کی رہی۔ امیر

حبیب اللہ خان کی ہدایات کی روشنی میں ڈاکٹر عبدالغنی۹ نے افغان تعلیمی اداروں میں ہندوستانی عملہ بھرتی کیا تاکہ وہ بچوں کو جدید مضامین پڑھا سکیں۔ مسلمان تعلیم یافتہ نوجوانوں کو عموماً ہندوستانی اساتذہ سمجھا گیا جو لیسۂ حبیبیہ میں پڑھاتے رہے۔ایسے معروف اساتذہ میں لیسۂ حبیبیہ کے پرنسپل ڈاکٹر عبدالغنی اور ان کے دوبھائی نجف علی اور محمد چراغ، چودھری اسماعیل(انگریزی اور جغرافیہ کے استاد) چودھری عبدالعزیز(طبیعات اور تاریخ کے استاد) مولوی معراج الدین (انگریزی اور تاریخ کے استاد) اور سکندر خان(انگریزی کے استاد)۔مولوی محمد حسین خان بی اے(ریاضی) مولوی محمد علی قصوری(ریاضی میں اعلیٰ سندیافتہ، کیمرج یونیورسٹی) اور مولوی کریم بخش علیٰ الترتیب ریاضی اور جغرافیہ پڑھاتے رہے۔ جبکہ مولوی دین احمد دین حافظ قرآن تھے۔۱۰

کابل کے دربار پر واپس آنے والوں کا رنگ جم رہا تھا۔اردوں بولنے والوں نے ہندوستانی تہذیب و روایات کو اور ہندوستانیوں کی مادری خصوصیات کو اپنانے میں تیزی دکھائی۔ ہندوستانی اثرات کا جائزہ وہاں کی متعدد اشیاء مثلاً فرنیچر، شکار کی مہمات، موٹر کاروں اور عدالتوں میں ذخیرہ الفاظ کے بڑھنے اور اختیار کرنے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

حبیبیہ سکول قیام(۱۹۰۳ء)نے ایک دوسری صورت میں پلیٹ فارم کا کام بھی دیا جہاں بڑی تعداد میں افغانی اور ہندوستانی جدید تعلیم کے حصول کے لئے اکٹھے ہوا کرتے۔ یہ سکول ذہین و فطین لوگوں کے لئے ایک ایسے ادارے کی مانند رہا جہاں افغانستان کی ازسرنو ثقافتی احیاء کی تلاش کی کوششیں بھی ہوئیں۔۱۱

امیر کی آزاد خیال پالیسیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حبیبیہ سکول کے چند اساتذہ نے(انجمن سراج الاسلام، افغانستان) کے نام سے ایک تنظیم بنالی جبکہ ''سراج الاخبار'' کے نام سے ۱۹۰۶ء میں ایک اخبار بھی جاری کروایا۔حبیبہ ہی کی وجہ سے افغانستان میں تجدید اصلاحات کا (مشروطہ اول) کے نام سے ۱۹۰۶ء میں احیاء ہوا۔ مشروطہ ایک آئینی حکومت کا مطالبہ تھا۔حبیبیہ کے فارغ التحصیل طلبہ نے مشروطہ کے اصول یعنی شہنشاہیت اور افغان قومیت کے پرچار میں نمایا کردار ادا کردیا نیز شہنشائیت کے خلاف شعور اجاگر کرنے اور

افغانستان کو جدیدیت کی راہ پر ڈالنے کی کوششیں بھی کی گئیں۔۱۲

۱۔ مظفر خان مروت اُس کی پیدائش تحصیل و ڈسٹرک لکی مروت کے ایک چھوٹے سے قصبہ سمندر تتر خیل میں ۱۸۸۰ء میں ہوئی تھی۔ اُس کا والد صاحب جعفر خان، سمندر خان کا بیٹا تھا وہ (حکیم خان کے نام سے جانا جاتا تھا) اپنے قبیلے کا ایک تعلیم یافتہ سردار تھا۔اس نے اپنے بیٹے مظفر خان کو غزنی خیل کے ایک پرائمری سکول میں داخل کیا اور اُس کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول بنوں میں اُس کو داخل کیا۔ میٹرک کے بعد مظفر خان مشن کالج لاہور سے ۱۹۰۱ء میں ایف اے کیا۔ اور اِس کے بعد اسلامیہ کالج لاہور سے۱۹۰۳ء میں بی اے کیا۔ اور اِس کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول بنو ں میں ہیڈ ماسٹر کے خدمات سرانجام دینے لگے۔۱۳

اِس طرح امیر عبدالرحمان کے بیٹے امیر حبیب اللہ نے افغانستان میں مغربی طرزِ تعلیم کو رواج دینے کے لئے حبیبیہ نام سے مکتب (سکول) شروع کیا جن کو مکتب حبیبیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اِن اداروں کو چلانے کے لئے مظفر خان مروت اور دوسرے معلمین ہند کو مدعو کیا گیا۔تو اس دعوت کو قبول کرکے مظفر خان مروت افغانستان چلا گیا۔ اِسی طرح میر غلام محمد غبار اپنی کتاب ''افغانستان در سیرِ تاریخ'' میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان سے آئے ہوئے حبیبیہ سکول کے استادوں نے سرفہرست نام ڈاکٹر عبدالغنی جو کہ پرنسپل کی خدمات انجام دیتے تھے۔ اِس کے علاوہ محمد چراغ، محمد حسین خان، مظفر خان مروت ماہر اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے اور وہ انگریزی، جیوگرافی اور ریاضی کے ماہر تھے۔۱۴ مولوی محمد چراغ پنجابی مولوی عبدالصمد کے بیٹے تھے۔ وہ مولوی نجف علی اور ڈاکٹر عبدالغنی کے چھوٹے بھائی تھے، وہ ۱۸۷۲ء میں جلال پور جٹاں گجرات میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایشن کی تھی۔وہ افغانستان میں حبیبیہ سکول کے معلم کے علاوہ افغانستان کے سکولوں کا انسپکٹر بھی رہے۔ مشروطہ اول تحریک کے سلسلے میں ۱۹۰۹ء میں اسے گرفتار کیے گئے۔جبکہ ۱۱سال بعد امیر امان اللہ خان نے اُنہیں رہا کیا۔

اُن میں مظفر خان مروت تدرس کے علاوہ تحقیقی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اور مجلس جانثاران اسلام کا ایک فعال رکن تھے۔ وہ زندگی بھر انگریزی سامراجیت کے خلاف لڑتے رہے۔ اور افغانستان کی فلاح اور جمہوری طرزِ حکومت کے لئے شانہ بشانہ خدمات انجام دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

۲۔ محمد حسین پنجابی جن کا تعلق ارمڑ افغان قبیلے سے تھا۔ ان کے آباؤ اجداد جالندھر میں آباد تھے۔محمد حسین پنجابی حبیبیہ سکول کے ایک ماہر معلم تھے۔ جوکہ علی گڑھ یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد حبیبیہ سکول کابل میں ۱۹۰۷ء کو درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ وہ انگریزی، اردو، دری، عربی اور تاریخ کا ماہر استاد تھے۔ اُس نے مشروطہ اول میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ ۱۹۰۹ء میں اِسی سلسلے میں گرفتار ہوئے۔ جنکو بعد میں امیر امان اللہ خان ۱۹۱۹ء نے رہا کردیا۔اس کے علاوہ وہ افغانستان میں ڈائریکٹریٹ آف پرائمری سکولز ۱۹۲۶ء میں ایجوکیشن منسٹری کی طرف سے تعینات کیا گیا اور ترقی پاکر ۱۹۲۸ء کو حبیبیہ سکول کے ڈائریکٹر کا کام انجام دیتے رہے۔[۱۵] وہ ۱۹۲۸ء میں رسالہ حبیب الاسلام کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔۱۹۲۹ء میں حبیب اللہ باچا سقہ کے دورِحکومت میں برطانوی ہند واپس آئے۔ انہوں نے فارسی ،دری، انگریزی اور پشتومیں پچھتر ۷۵ سے زیادہ کتابیں اور رسائل لکھی ہیں۔ان میں مشہور کتابیں، افغان بادشاہ،غازی امان اللہ خان اور انقلابِ افغانستان ہیں۔ انہوں نے دری میں پہلا افغان ناول جہادِاکبر کے نام سے لکھا۔

۳۔ ڈاکٹر عبدالغنی اور اُس کا بھائی مولوی محمد حسین خان، محمد عثمان خان، محمد ایوب خان پُپلزئی اور عبدالقیوم خان الکوزئی نے حبیبیہ سکول میں درس و تدریس کا علاوہ افغانستان کے آئین بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ جس کو مسلمانانِ ہنداور مشروطے افغانستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مظفر خان نے افغانستان میں اپنے اصولوں کی سودے بازی نہیں کی۔ حتیٰ کہ اپنی جان کی بازی لگا کر افغانستان میں بہت ساری حکومتی بغاوتوں کو پس پشت ڈالنے میں اپنا کردار ادا

کیا اور اس پر ان کو قید میں بھی جانا پڑا۔

امیر حبیب اللہ خان ثقافتی ترقی کا علمبردار تھا۔ اُس نے لازمی پولیس تعیناتی میں نرمی، جدید خطوط پر مشتمل تعلیمی نظام، مختلف محلاتی اصلاحات متعارف کرانے کے علاوہ اُن لوگوں کو واپس وطن آنے کی اجازت دے دی جنہیں امیر عبدالرحمان کے دور حکومت میں جلاوطن کیا گیا۔ علاوہ ازیں ان تمام رعایتوں اور جدیدیت کا امیر حبیب اللہ خان کا مقصد قومی یکجہتی، بیرونی جارحیت اور افغان حاکمیت رہا۔[۱۶] لیکن اپنے والد کی انتظامی پالیسیوں کی چیدہ خاصیتوں کو برقرار رکھا، جیسا کہ مطلق العنانیت، حکمرانی کی مرکزیت، امرانہ طرز حکومت بمعہ شرعی قوانین اور رسم و رواج، خوانین پر مشتمل دو عدد کونسلیں، سردار اور علماء کے لیے محدود اختیارات، ملک گیر جاسوسی نظام کی وضعیت اور مستقل فوج اور پولیس۔

مشروطہ خواہان کو جب امیر حبیب اللہ کی مخالفت کا پتہ چلا تو وہ مختلف تنظیموں اورخفیہ اداروں میں یکجا ہوگئے۔ مشروطہ خواہان کی بڑی تنظیم 'انجمن سراج الاخبار' کے نام سے ۱۹۰۶ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس تنظیم میں ہندوستان کے طرف جس شخصیت نے اپنی خدمات پیش کیں ان کا نام مولوی نجف علی جنھوں نے سراج الاخبار میں بحثیت سب ایڈیٹر کے کام کیا۔ دری زبان کا یہ اخبار ۱۹۰۶ء میں پہلی مرتبہ کابل سے شائع ہوا مگر اپنی اشاعت جاری نہ رکھ سکا، البتہ ۱۹۱۱ء میں محمود ترزئی کی زیرنگرانی دوبارہ شائع ہونے لگا۔ اس دفعہ اخبار کی زندگی ۱۹۱۸ء تک رہی۔[۱۷]

مشروطہ خواہان کی دوسری اہم تنظیم 'مجلس جان نثارِ اسلام' تھی۔ اس تنظیم میں بیشتر معلمین الہند شامل تھے۔ مولوی نجف علی کے دو بھائیوں ڈاکٹر عبدالغنی اور چراغ دین کے علاہ محمد حسین اور مظفر خان مروت نمائیاں اراکین تھے۔ بعض محققین کی رائے میں ڈاکٹر عبدالغنی ہی افغانستان میں مشروطہ خواہان کا سرخیل تھا۔ البتہ کچھ دوسرے تاریخ دانوں کے نزدیک مکتبہ حبیبیہ کے تمام معلمین الہند مشروطہ خواہان کے مبتدی تھے۔[۱۸]

مشروطہ خواہان کی تیسرے عنصر 'اخوانِ افغان' میں معلمین الہند کی موجودگی نہ ہونے کے برابر تھی۔ دوسری مشروطہ خواہان ہی کی تنظیم 'انجمن مسلمِ نوجوانانِ شمال مغربی سرحدی صوبہ'

میں کوہاٹ سے تعلق رکھنے والے معملین الھند شامل تھے۔ ان میں حاکم فضل قادر، ڈاکٹر فقیر محمد اور عبدالطیف نمائیاں ہیں۔

خلاصہ

افغانستان اور برطانوی ہند کے درمیان تاریخی تعلقات موجود ہیں۔تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ صوفیاء کرام، محدثین،تاریخ دان، اور مفسیرین ہمیشہ افغانستان سے ہند میں منتقل ہوئے ہیں۔ جبکہ جدیدیت، آزاد خیالی، جمہوریت، صحافت، آئین اور جدید سیکولر تعلیم ہندوستان سے معلمین ہند نے منتقل کیا ہے۔ افغانستان میں پہلا آئین بنانے کا سہرا معلمین ہند کے سر ہیں۔ برطانوی ہند کے مسلمان اساتذہ میں ڈاکٹر عبدالغنی کو سرسید افغانستان تصور کیا گیاہے۔

حوالاجات

۱۔ ۱۸۹۲ء کو جب اسلامیہ کالج لاہور قائم ہواتو نبی بخش اس کے پہلے پرنسپل مقرر کئے گئے۔وہ کالج کے نظم ونسق کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ انجمن کی مالی ترقی کے واسطے بھی کوشش کیا کرتے تھے۔انجمن حمایت اسلام لاہور کا حکومت افغانستان سے تعارف انہی کی وساطت سے ہواتھا۔نبی بخش نے اپنے چچا زاد بھائی سلطان محمد خان(میر منشی حکومت افغانستان) کے ذریعے امیر عبدالرحمان کی قدم بوسی کے لئے کابل کا سفر اختیار کیا تھا اور اس سے انجمن کے اغراض و مقاصد بیان کئے تھے۔ شہزادہ نصراللہ خان نے انگلستان جاتے ہوئے جب لاہور میں قیام کیا تو اس موقع پر انجمن کو ایک ہزار روپے عطا کئے۔

۲۔ غبار، *افغانستان درمسیرِ تاریخ* (فارسی)، مکتبہ دولت ،کابل، ص ۱۱۶۔

۳۔ ڈاکٹر راشد حمید، *فیض احمد فیض:سوانحی خاکہ*(اردو)، سہ ماہی ادبیات، شمارہ ۲۸،جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ص۳۰۶۔

۴۔ احمد سعید، *اسلامیہ کالج لاہور کی صد سالہ تاریخ*، جلد اول،ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ

پنجاب لاہور(۱۹۹۲ء)،ص۵۸۔

۵۔ برطانوی ہند کے شہنشاہوں نے بھی ۱۹۰۹ء میں متعدد افغانیوں کو گرفتار کرکے طویل مدت تک جیلوں میں ڈالے رکھا۔ بہرحال ہندوستان کے پُر آشوب دور میں کئی ہندوستانیوں کو پہلی جنگ عظیم کے دوران افغانستان میں پناہ لینا پڑی۔ جس کا مقصد مقامی افغان قوم پرستوں کے ساتھ مل کر شہنشاہیت کے خلاف کام کرنا تھا۔چند معروف شخصیات مثلاً مولانا عبیداللہ سندھی(پیدائش۱۸۷۲ء وفات۱۹۴۴ء) مولانا سیف الرحمان (پیدائش ۱۸۴۰ء وفات۱۹۴۸ء) ملتان کے اللہ نواز(پیدائش ۱۸۸۰ء وفات۱۹۲۷ء) کو بھی افغانستان میں رہنا پڑا۔ انہوں نے مولوی برکت اللہ اور راجہ مہندر پرتاب(پیدائش۱۸۸۶ء وفات ۱۹۷۹ء) کی سربراہی میں ایک جلاوطن حکومت بھی قائم کرلی۔امیر حبیب اللہ کے قتل کے بعد کے عرصے میں نئے حکمران امان اللہ (۱۹۱۹ء-۲۹) نے تمام ہندوستانی قیدیوں کو رہا کردیا اور انہیں، اُن کے مقام و مرتبے کے مطابق بحال بھی کردیا۔

۶۔ عبدالحئ حبیبی، *جنبش مشروطیات در افغانستان* (فارسی)، فرنگی حزب وحدت اسلامی مرکز، کابل، ص ۸۹۔

۷۔ احمد سعید، *اسلامیہ کالج لاہور کی صد سالہ تاریخ*، جلد اول (اردو)، اظہر سنز، لاہور (۱۹۹۲ء)، ص۳۷۔

۸۔ امیر محمد شاہ قادری گیلانی، *تذکرہ علماء مشائخ سرحد*(اردو)،عظیم پبلشنگ، پشاور، ص۴۳۔

۹۔ مارچ ۱۹۰۷ء میں افغانستان کے امیر حبیب اللہ خان نے اسلامیہ کالج لاہور کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ حبیب اللہ خان کے اس دورے کے سلسلے میں ڈاکٹر عبدالغنی نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ اسلامیہ کالج لاہور کی تعمیر میں حکومت افغانستان نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ ۱۸۹۵ء ہی سے انجمن حمایت اسلام اور حکومت افغانستان کے درمیان تعلقات چلے آتے تھے۔ ۱۹۰۲ء میں امیر عبداللہ خان نے کالج کیلئے ۲۰۰۰ روپے سالانہ کی امداد دینے کا علان کیا۔

۱۰۔ عبدالحئ حبیبی، *پہ افغانستان کے دہ مشروطیات غورزنگ*(پشتو)، دانش کتب خانہ، قصہ خوانی بازار پشاور، (۲۰۰۶)، ص ۲۴۔

۱۱۔ سعدالدین ہاشمی، *جنبشِ مشروطہ خواہی در افغانستان* (فارسی)، کابل شورہ فرنگی، افغانستان، (۱۹۷۵ء)، ص ۵۳۔

۱۲۔ عزیز ہندی، *زوالِ غازی امان اللہ خان* (اردو)،۱۹۳۱ء، ص ۳۹۔

۱۳۔ عبدالحئ، *افغانستان او سرحد*(پشتو)، پشاور تاج محل کمپنی،۱۹۸۸ء، ص ۲۴۔

۱۴۔ عبدالقدیر نجفی، *ڈاکٹر عبدالغنی جلال پوری* (اردو)، مکتبہ معارفیہ نجف، لاہور،۱۹۸۹ء)،ص ۳۳۔

۱۵۔ پوھان یار مسعود،*ظہورِمشروطیات وَقربانہ استبداد دَر افغانستان* (فارسی)، جلد دوم، ص۲۶۔

۱۶۔ حلیم صبور، *دَا افغانستان تاریخ او خبرَونے* (پشتو)، صبور پبلشنگ سنٹر پشاور، ۲۰۰۱ء، ص۴۷۔

۱۷۔ شریف پوہند، *افغانستان پہ شکمہ پیڑے کی* (پشتو)، ۲۰۰۰ء،ص ۵۹۔

۱۸۔ زلمے ولی، *دہ استبداد او متعلقیات پہ مقابل کی دہ زونو افغانانوں ملی مبارزے*(پشتو)، میوند متبہ،کابل، ص ۲۹۔

☆☆☆